

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



معاونین

حافظ ندیم ظہیر
0301-6603296
محمد صفدر حسرونی
0300-7062081
ابو جابر عبداللہ داماد نوی
ابو خالد شاکر

برائے رابطہ

اعظم بلال
0302-5756937
حافظ طارق مجاہد یزمانی
0345-8737752

اَللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

الحديث
ماہنامہ

نضر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 5 ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ نومبر ۲۰۰۸ء شماره: 11

قیمت

فی شماره : 20 روپے
سالانہ : 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت

مکتبہ الحديث
حضرت ضلع انک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبہ الحديث
حضرت ضلع انک

اس
شمارے میں

- | | | |
|----|-------------------|---------------------------------------------------|
| 2 | حافظ ندیم ظہیر | احسن الحديث |
| 4 | عائزہ میر علی نئی | فقد الحديث |
| 10 | عائزہ میر علی نئی | توضیح الاحکام |
| 22 | عائزہ میر علی نئی | سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے بارے میں وضاحتیں |
| 26 | عائزہ میر علی نئی | آل دیوبند اور وحدت الوجود |
| 37 | عائزہ میر علی نئی | اختصار علوم الحديث (قسط نمبر ۵) |
| 47 | عائزہ میر علی نئی | سچے قصے |
| 49 | ابومحاذ | آئینہ انتخاب |

احسن الحديث

حافظ ندیم ظہیر

چند حرام امور

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾
 آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے حیائی کے کام خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کے کام اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ کے ذمے تم ایسی باتیں لگا دو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ (الاعراف: ۳۳)

فقہ القرآن:

☆ آیت مبارکہ میں چند حرام امور کی نشاندہی کی گئی ہے، جن میں سب سے پہلے بے حیائی کا ذکر ہے، چونکہ عموماً گناہوں کے ارتکاب کا سبب بے حیائی اور فحاشی ہی ہے۔

حدیث: ((الحیاء من الإیمان)) حیا ایمان کا حصہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۴، صحیح مسلم: ۳۶)

نیز ارشاد نبوی ہے: ((إذا لم تستحي فاصنع ما شئت))

جب تم میں حیاء نہ رہے تو پھر جو جی چاہے کرو۔ (صحیح بخاری: ۳۴۸۴)

یہ دونوں حدیثیں مذکورہ تمہید کو نہ صرف واضح کرتی ہیں بلکہ اس پر مکمل دلالت بھی کرتی ہیں۔

بے حیائی کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ (انعام: ۱۵۱)

اس آیت کے ضمن میں الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یعنی کھلے

گناہوں کے قریب جاؤ نہ چھپے گناہوں کے، نہ کھلے گناہوں کے متعلقات کے قریب پھٹکو

اور نہ قلب و باطن کے گناہوں کے متعلقات کے قریب جاؤ، فواحش کے قریب جانے کی

ممانعت فواحش کے مجر دار تکاب کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ یہ فواحش کے مقدمات اور ان کے ذرائع اور وسائل سب کو شامل ہے۔“ (تفسیر السعدی ۸۴۴ طبع دار السلام، مترجم)

☆ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کا ارتکاب حرام ہے اور اگر کسی سے قصد یا سہواً کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ ضروری ہے۔

☆ ناحق زیادتی خود ایک گناہ اور شانِ مومن و اوصافِ مسلم کے خلاف ہے، کیونکہ ہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس کو کبھی گزند نہ پہنچائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری: ۱۰۲، صحیح مسلم: ۴۰)

☆ شرک اکبر الکبائر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی لحاظ سے شریک ٹھہرانا حرام ہے۔ قرآن مجید میں شرک کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔

(المائدہ: ۷۲)

نیز فرمایا: اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اسے کہیں دور لے جا کر پھینک دے۔ (الحج: ۳۱)

☆ شرک ایک ایسا مہلک گناہ ہے کہ اس کے سبب ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ مقدر بن جاتی ہے اور بخشش کے تمام دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لاعلمی پر مبنی بات کہنا حرام ہے۔ ہمیشہ تحقیق و جستجو کے بعد ہی کتاب و سنت کے مطابق بیان ہونا چاہئے۔

☆ یہ تمام امور مفاسد عامہ اور مفاسد خاصہ پر مشتمل ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے لہذا ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ حرام امور سے بچ کر ہی صراطِ مستقیم پر گامزن رہا جاسکتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصائب

صراطِ مستقیم اور اس کے مخالف گمراہ فرقے

(۱۶۶) وعن عبد الله بن مسعود قال: خطّ لنا رسول الله ﷺ خطاً ثم قال: ((هذا سبيلُ الله)) ثم خط خطوطاً عن يمينه و عن شماله وقال: ((هذه سبل، على كل سبيل منها شيطانٌ يدعو إليه)) و قرأ: ﴿وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ الآية . رواه أحمد و النسائي و الدارمي .

(سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھی) لکیر کھینچ کر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور بائیں (دونوں) طرف لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ (شیطانی) راستے ہیں، ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔

آپ نے آیت: ﴿وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ [اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی کی اتباع کرو۔] (سورۃ الانعام: ۱۵۳) تلاوت فرمائی۔ اسے احمد (۴۳۵/۱ ح ۴۱۴۲) نسائی (السنن الکبریٰ: ۴/۱۱۱، التفسیر: ۱۹۴) اور دارمی (۲۰۸ ح ۶۸، ۶۷/۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الموارد: ۱۷۴، ۱۷۴، الاحسان: ۷، ۶) اور حاکم (۳۱۸/۲ ح ۳۲۴۱) نے صحیح قرار دیا ہے۔

راوی قاری عاصم بن ابی النجود (بہدلہ) قراءت قرآن میں ثقہ اور روایت حدیث میں

صدوق حسن الحديث ہیں۔ جمہور محدثین نے انھیں ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔
حافظ ذہبی نے عاصم کے بارے میں مختلف اقوال نقل کر کے فرمایا: ”هو حسن الحديث“
وہ حسن الحديث ہیں۔ (میزان الاعتدال ۲/۳۵۷)
فقہ الحديث:

- ① خطوط (لکیروں) سے مراد گمراہ فرقے اور تمام بد اعمالیاں (معاصی، فسق و فجور اور خواہشات نفسانیہ) ہیں اور جمع کے صیغے میں ان کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔
- ② سنن ابن ماجہ (۱۱) کی ایک ضعیف روایت میں دائیں طرف دو لکیروں اور بائیں طرف دو لکیروں کا ذکر آیا ہے۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔
- ③ دین اسلام ایک سیدھا راستہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ثقہ و صدوق تابعین عظام رحمہم اللہ ہمیشہ گامزن رہے اور یہی راستہ جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔
- ④ شیطان اور اس کے پیروکار ہر وقت اس کوشش میں ہیں کہ مختلف تراکیب اور دھوکے سے لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیں۔
- ⑤ حدیث قرآن کی تشریح ہے۔
- ⑥ تعلیم و تربیت کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔
- ⑦ اپنے طلباء اور عزیز و اقارب کی اصلاح و راہنمائی کے لئے ہمہ وقت مصروف رہنا چاہئے۔
- ⑧ سنت پر عمل کرنے اور بدعات سے اجتناب میں ہی نجات ہے۔
- ⑨ اہل حق اور اہل باطل کا کبھی اتحاد نہیں ہو سکتا۔
- ⑩ رسول اللہ ﷺ بہترین معلم تھے۔ اللہم صل علی محمد و سلم علیہ .

(۱۶۷) وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ :

((لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به))

رواه في شرح السنة وقال النووي في أربعينه: هذا حديث صحيح
رويناه في كتاب الحجة بإسناد صحيح.

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش بھی اس (دین) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اسے (بغوی نے) شرح السنۃ (۲۱۲/۱-۲۱۳ ح ۱۰۴) میں روایت کیا ہے اور نووی نے اپنی کتاب الأربعین (نویہ، حدیث: ۴۱) میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اسے ہم سے کتاب الحجۃ (۲۵۱/۱ ح ۱۰۳) میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”ثنا أبو بكر محمد بن الحسين الأعيان: ثنا نعيم بن حماد: ثنا عبد الوهاب ابن عبد المجيد الثقفي عن هشام بن حسان عن محمد بن سيرين عن عقبة ابن أوس عن عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبي ﷺ“
(کتاب الأربعین للامام الحسن بن سفیان ق ۱/۶۵، کما بلغنی وعنه السلفی فی معجم السلف ص ۳۶۱ ح ۱۲۶۵، والبغوی فی شرح السنۃ: ۱۰۴)

ابو بکر محمد بن الحسین الاعین سے مراد محمد بن ابی عتاب الحسن بن طریف الاعین البغدادی ہیں۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۳/۳۶۹)

نعیم بن حماد المروزی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے۔ دیکھئے میری کتاب ”علمی مقالات“ (ج ۱ ص ۴۳۹)
نعیم پر دولابی، ازدی اور البانی وغیرہم کی جرح مردود ہے۔

لطیفہ: ابن الترمکانی حنفی کی مرضی کے خلاف ایک حدیث کی سند میں نعیم بن حماد آگئے تو ابن الترمکانی نے لکھا: ”اس کی سند میں نعیم بن حماد ہے، نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے، دارقطنی نے کہا: وہ کثیر الوہم ہے، ابوالفتح الازدی اور ابن عدی (!) نے کہا: وہ (نعیم) سنت کی تقویت میں حدیث بناتا تھا اور امام ابوحنیفہ کی مذمت میں ساری جھوٹی روایتیں بناتا تھا۔ (الجوہر النقی ج ۳ ص ۳۰۵)

جب یہی نعیم بن حماد اس روایت کی سند میں آگئے جو ابن الترمکانی کی مرضی کے مطابق ہے تو ابن الترمکانی نے وادی تناقض و تعارض میں غوطے لگاتے ہوئے لکھا: ”ونعیم أخرج له البخاري في صحيحه فهو أيضاً سند صحيح ...“ اور نعیم کی روایت بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کی ہے پس یہ سند بھی صحیح ہے۔ (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۸۱)!! اس روایت کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں لیکن ہشام بن حسان ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ دیکھئے طبقات المدلسین (۳/۱۱۰، طبقہ ثالثہ) والفتح للمبین (ص ۶۵، ۶۶) یہ روایت ہشام بن حسان کے عن سے ہے لہذا ضعیف ہے۔

اس میں دوسری علت یہ ہے کہ عبدالوہاب الثقفی رحمہ اللہ کو یہ شک ہے کہ انھوں نے یہ روایت ہشام بن حسان سے سنی ہے یا کسی دوسرے سے؟ وہ فرماتے ہیں: ”ثنا بعض مشيختنا: هشام أو غيره“ ہمیں ہمارے بعض استادوں میں سے ہشام (بن حسان) یا کسی دوسرے نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ (السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۵) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اس وجہ سے ضعیف نہیں جو شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ پیش کرتے تھے بلکہ صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ ہشام بن حسان مدلس ہیں اور راوی کو اپنے استاد کے تعین میں بھی شک ہے۔

۱۶۸) وعن بلال بن الحارث المزني قال قال رسول الله ﷺ:

((من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له من الأجر مثل

أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً، ومن ابتدع

بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه [من الإثم] مثل آثام
من عمل بها لا ينقص من أوزارهم شيئاً .)) رواه الترمذي .
(سیدنا) بلال بن الحارث المزنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: جس نے میری سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد فوت ہوگئی
تھی تو اُسے ان لوگوں جتنا اجر و ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے لیکن اُن کے
اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اور جس نے گمراہ کن بدعت نکالی جس پر اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہیں تو اس کو
اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی
کمی نہیں ہوگی۔ اسے ترمذی (۲۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحديث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند کا ایک بنیادی راوی کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جس کے
بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ الخ

(کتاب العلل و معرفة الرجال ۳/۲۱۳ تا ۲۹۲ ملخصاً)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لیس بشی“ وہ کچھ چیز نہیں ہے۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۷۱۳)

ان کے علاوہ جمہور محدثین نے کثیر مذکور پر جرح کی ہے۔ حافظ یثمی فرماتے ہیں:

”و هو ضعيف عند الجمهور“ اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/۶۸)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۶/۱۳۰، ۲۸۶) اور فتح الباری (۴/۴۵۱، ۱۹/۵، ۷/۲۸۰)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ سخت منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے، اُس نے اپنے باپ

سے عن جدہ: دادا کی سند کے ساتھ ایک موضوع نسخہ بیان کیا ہے۔ الخ (کتاب البحر و حین ۲/۲۲۱)

نیز دیکھئے حدیث سابق (۱۵۸) وہ اس سخت ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ والحمد للہ

۱۶۹) ورواہ ابن ماجہ عن کثیر بن عبد اللہ بن عمرو عن أبیہ عن جدہ .

اور ابن ماجہ (۲۱۰) نے اسے ”کثیر بن عبد اللہ بن عمرو (بن عوف المزني) عن أبيه عن جده“ کی سند سے روایت کیا ہے۔
تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

کثیر بن عبد اللہ العوفی کے حالات کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۱۶۸
۱۷۰) وعن عمرو بن عوف قال قال رسول الله ﷺ: ((إن الدين ليأرز إلى الحجاز كما تأرز الحية إلى جحرها وليعقلن الدين من الحجاز معقل الأروية من رأس الجبل، إن الدين بدأ غريباً و سيعود كما بدأ فطوبى للغرباء وهم الذين يصلحون ما أفسد الناس من بعدي من سنتي)). رواه الترمذي.

اور (سیدنا) عمرو بن عوف (المزني رضي الله عنه) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین (آخر میں اس طرح) حجاز کی طرف سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں گھس جاتا ہے اور دین حجاز میں جاگزیں ہو جائے گا، جیسے پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہر جاتا ہے، بے شک دین اجنبیت میں شروع ہوا اور دوبارہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح شروع ہوا تھا، پس خوش خبری ہے اجنبیوں کے لئے جو ان سنتوں کی اصلاح کریں گے جنہیں لوگوں نے میرے بعد خراب کر دیا ہوگا۔
اسے ترمذی (۲۶۳۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔
اس کے راوی کثیر بن عبد اللہ العوفی کے حالات کے لئے دیکھئے حدیث سابق (۱۶۸)
تنبیہ: اس روایت کے بعض ٹکڑوں کے شواہد موجود ہیں جن میں سے بعض کا ذکر شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے المشکوٰۃ بتحقیق الالبانی (۶۰۱ طبعہ قدیمہ)
روایت کے جو ٹکڑے صحیح اسانید سے ثابت ہیں، وہ اس مردود روایت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ والحمد للہ

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

تنبیہ ضروری بر غلام مصطفیٰ نوری

سوال: غلام مصطفیٰ نوری قادری بریلوی نے ایک کتاب لکھی ہے:

”تسوید وجہ الشیطانی بتوثیق الامام محمد بن الحسن الشیبانی“

اس کتاب میں غلام مصطفیٰ صاحب نے ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع شدہ آپ کے مضمون کا اپنے گمان میں جواب دیا ہے اور شیبانی مذکور کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب ”تسوید وجہ الشیطانی“ کا مدلل جواب دیں۔

جزاکم اللہ خیراً (محمد شفیق بن محمد رفیق، فیصل آباد)

الجواب:

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ الامین، أما بعد:

راقم الحروف نے ”النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن الحسن الشیبانی“ کے نام سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں میزان الاعتدال اور لسان المیزان کی عبارات ترجمہ کرنے کے ساتھ ان کی تحقیق پیش کی تھی اور بعض فوائد کا اضافہ بھی کیا تھا۔ یہ مضمون ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷ ص ۱۱۱ تا ۲۰ میں ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا اور بعد میں تحقیق و اختصار سے کام لیتے ہوئے اس مضمون کو ”محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی اور محدثین کرام“ کے عنوان سے چار صفحات پر لکھ دیا تھا۔ آپ کی ارسال کردہ کتاب مذکور کے مطالعہ کے بعد بعض الناس کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے اس مضمون میں کافی اضافہ کر کے اس کا نام ”تائید ربانی اور ابن فرقد شیبانی“ رکھ دیا ہے۔ ”تسوید وجہ الشیطانی“ کے مصنف غلام مصطفیٰ نوری بریلوی صاحب اپنی اس کتاب میں شیبانی مذکور کی توثیق کے بارے میں متاخر علماء سے صرف دو حوالے پیش کر سکے ہیں:

۱: حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

عرض ہے کہ حافظ ذہبی نے بالذبوس کہہ کر اس تصحیح کو رد کر دیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۲: بیہقی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔

عرض ہے کہ حاکم اور بیہقی کے حوالے جمہور محدثین اور کبار علماء مثلاً امام احمد، امام یحییٰ بن معین اور امام فلاس وغیرہم کے مقابلے میں کس طرح پیش ہو سکتے ہیں؟ نوری بریلوی صاحب اپنی تسوید اور ترک رفع یدین دونوں کتابوں کی رُوسے اسماء الرجال اور علم حدیث سے سراسر ناواقف، کذب و افتراء کے مرتکب اور وادی تعارض و تناقض میں غوطہ زن ہیں جس کی فی الحال دس (۱۰) مثالیں پیش خدمت ہیں:

① امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی شیبانی پر ایک جرح کے راوی احمد بن سعد بن ابی مریم المصری ہیں جو ۲۵۳ھ میں فوت ہوئے اور ثقہ و صدوق راوی تھے۔ ان کے بارے میں نوری صاحب لکھتے ہیں: ”سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۵ پر امام دار قطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔“ (تسوید ص ۵۰)

عرض ہے کہ امام دار قطنی نے فرمایا: ”وَأَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ ضَعِيفٌ“

(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۴۲ ح ۲۷۷۷)

نیز دیکھئے موسوعة اقوال الدار قطنی (۳۹۲/۲ ت ۴۰۱۵)

ابوبکر بن ابی مریم راوی اور ہے اور احمد بن سعد بن ابی مریم اور ہیں۔ دونوں کو ایک قرار دینا نوری صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے۔ ابوبکر بن ابی مریم الغسانی الشامی ۱۵۶ھ میں فوت ہوا تھا اور علی بن احمد بن سلیمان المصری ۲۲۷ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے النبلاء ۱۲/۱۴۹۶)

کیا وہ اپنی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے فوت ہونے والے کے پاس پڑھنے کے لئے عالم برزخ میں تشریف لے گئے تھے؟ جس شخص کو اسماء الرجال کی الف باء کا پتا نہیں وہ کس زعم اور بل بوتے پر بڑی بڑی کتابیں اور رد و دلکھ رہا ہے؟!

کیا بریلویت میں کوئی بھی اسے سمجھانے والا نہیں کہ یہ کام چھوڑو اور کوئی دوسرا دھندا

کرو جسے تم جانتے ہو؟!

⑤ صحیحین و سنن اربعہ کے راوی اور مشہور امام ابو حفص عمرو بن علی بن بحر بن کنیز الصیر فی الفلاس رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۹ھ) کے بارے میں نوری صاحب نے لکھا ہے:

”جس کی ثقاہت نہیں ملی“ (تسویص ۳۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”ثقة حافظ“ (تقریب التہذیب: ۵۰۸۱) جس شخص کو تقریب التہذیب دیکھنے کا طریقہ نہیں آتا وہ اتنی بڑی ڈیگیں کیوں مار رہا ہے؟ اس طرح راویوں کے بارے میں نوری صاحب کی جہالت کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً دیکھئے تسویص ۳۲، ۳۵، ۵۰۔

③ مستدرک الحاکم (۳۴۱/۴ ح ۷۹۹۰) کی ایک حدیث کے بارے میں نوری صاحب نے لکھا ہے: ”اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس کی تلخیص میں امام ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔۔۔“ (تسویص ۸۰، ۶۷، نیز دیکھئے ص ۸۴)

عرض ہے کہ حافظ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح نہیں بلکہ ”بالدبوس“ [ڈنڈے کے زور سے] (!) کہہ کر حاکم پر تعاقب کیا ہے۔ نیز دیکھئے فیض القدر للمناوی (۲۸۹/۶)

معلوم ہوا کہ نوری صاحب کا دعویٰ صریح جھوٹ پڑتی ہے۔

④ امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابو حاتم کا ذکر کرتے ہوئے نوری صاحب نے لکھا ہے: ”لیکن ان میں بھی تشدد تھا جس کی وجہ سے انھوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو متروک تک کہہ دیا۔“ (تسویص ۴۷)

عرض ہے کہ امام ابو حاتم نے امام بخاری کو قطعاً متروک نہیں کہا، رہا روایت ترک کرنا تو یہ جمہور کی توثیق کے بعد کوئی جرح نہیں ہے۔

⑤ نوری صاحب نے راقم الحروف کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آپ نے تو الجزء المفقود من المصنف عبدالرزاق کا صرف اس لئے انکار کر دیا ہے کہ اس کے نسخ کی سند مؤلف تک نہیں ہے۔“ الخ (تسویص ۱۳)

عرض ہے کہ بریلویوں کے گھڑے ہوئے الجزء المفقود کے موضوع اور من گھڑت ہونے پر راقم الحروف نے دس دلیلیں دی ہیں جن میں سے صرف دسویں دلیل کے جواب سے ہی ساری بریلویت عاجز اور دم بخود ہے۔

دیکھئے ”جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی“ (ص ۲۲ تا ۲۷، اور ص ۲۹ تا ۳۳)

لہذا نوری صاحب کا یہ کہنا کہ ”صرف اس لئے انکار کر دیا ہے....“ جھوٹ ہے۔
فائدہ: اس جعلی جزء کے بارے میں مولانا عبدالرؤف بن عبدالمنان بن حکیم محمد اشرف سندھو حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے کہا: ”یہ مکمل جزء جس میں کل چالیس احادیث ہیں محل نظر ہے بلکہ من گھڑت اور بے اصل ہے اس کے بارے میں عربی زبان میں بہت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ اسی طرح ”محدث“ اور ”الاغتصام“ وغیرہ میں بھی اس جزء کے رد میں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

جب اس جزء کے بارے میں شور مچا تو حمیری نے اس کی توثیق کے لئے قلمی نسخہ ”مرکز جمعة الماحد للثقافة والتراث“ بھیجا جو کہ دوہی میں قلمی نسخوں کا بہت بڑا مرکز ہے اس مرکز میں بحیثیت مُدَقِّقِ المخطوطات۔ قلمی نسخوں کی جانچ پڑتال کا کام کرنے والے ہمارے فاضل دوست شیخ شہاب الدین بن بہادر جنگ نے بتایا کہ جب ہم نے اس نسخہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ جعلی نسخہ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے لہذا مرکز کی طرف سے دلائل و شواہد پر مبنی ایک رپورٹ تیار کر کے حمیری کو بھیج دی کہ یہ جعلی نسخہ ہے۔

شیخ محمد زیاد بن عمر نے ”شبكة سحاب السلفية“^① میں اس مکذوب اور مصنوعی جزء پر اپنے رد میں ذکر کیا ہے^② کہ شیخ ادیب کمدانی نے۔ جو کہ عیسیٰ حمیری کی ادارت میں کام کر چکے ہیں۔^③ مجھے ٹیلیفون پر دوران گفتگو بتایا کہ حمیری نے مجھے جب یہ مخطوط دکھایا تو

① یہ انٹرنیٹ پر ایک روم کا نام ہے۔

② ان کا رد اب کتابی شکل میں بھی ”مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود (المزعوم) من

مصنف عبدالرزاق“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ③ یہ حمیری دوہی اوقاف کے مدیر رہ چکے ہیں۔

میں نے دیکھ کر کہا کہ یہ من گھڑت ہے اور ان سے کہا کہ جس شخص نے آپ کو یہ مخطوط (قلمی نسخہ) لا کر دیا ہے اسے پوچھیں کہ جس اصل قلمی نسخے سے اس کو نقل کیا گیا ہے وہ کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ روس کے ایک مکتبہ سے اس کو نقل کیا گیا تھا اور وہ مکتبہ لڑائی میں جل گیا ہے پھر حمیری نے اس سے مطالبہ یہ کیا کہ اس جزء کا باقی حصہ کہاں ہے مجھے وہ بھی بھیجو مگر حمیری کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ ایک طرف تو یہ بات ہے جب کہ اس نسخہ کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کو (۹۳۳ م) میں بغداد میں لکھا گیا۔

بہر حال بہت سے ایسے شواہد و دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزء من گھڑت بناوٹی اور خانہ ساز ہے اور ”مصنف عبدالرزاق“ کے ساتھ اس جزء کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ واضح رہے کہ حمیری کو یہ جزء ہندوستان کے ایک محمد امین برکاتی قادری نے لا کر دیا تھا۔“

(احناف کی چند کتب پر ایک نظر ص ۴۵)

① جب امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے شیبانی مذکور پر جرح کی تو نوری صاحب نے انہیں متشدد و متعنت قرار دیا۔ دیکھئے تسوید ص ۴۴

اور جب ابن معین سے مرضی والی روایت آئی تو نوری صاحب نے علانیہ لکھا: ”امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ حدیث و فقہ و نقد الرجال کی مسلم شخصیت ہیں۔“ (تسوید ص ۷۲)

ایک ہی امام کی بات اگر مرضی کے خلاف ہو تو متشدد اور متعنت کا فتویٰ اور اگر مرضی کے مطابق ہو تو مسلم شخصیت قرار دے کر تعریف کرنا وادی تعارض و تناقض میں غرق ہونے کی دلیل ہے۔

② ایک تابعی محارب بن دثار رحمہ اللہ جب رفع یدین کرنے کی ایک حدیث کی ایک سند میں آئے تو نوری صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے لکھا:

”جس کی سند میں محارب بن دثار ہے۔ جس کے متعلق امام ابن سعد نے کہا کہ لا یحتجون بہ کہ محدثین اس کے ساتھ دلیل نہیں پکڑتے۔“

پھر یہ شخص حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا علی

المترضى رضى اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے نظریات درست نہیں تھے۔ ان مقدس حضرات کے ایمان کی گواہی یہ شخص نہیں دیتا تھا۔ تعجب ہے ایسے لوگوں سے امام رفع یدین پر دلیل پکڑتے ہیں۔“ (ترک رفع یدین، مطبوعہ جون ۲۰۰۴ء ص ۲۲۳، ۲۲۴)

نیز محارب بن دثار کو متکلم فیہ قرار دے کر میزان الاعتدال سے جرح نقل کرنے کے بعد نوری صاحب لکھتے ہیں:

”اب آپ خود غور کریں کیا ایسے شخص کی روایت حجت ہو سکتی ہے جو حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضى اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی شیر خدا رضى اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ ہو۔“

(ترک رفع یدین ص ۲۴۰)

حالانکہ اسی کتاب میں نوری صاحب محارب بن دثار کی اسی روایت سے ایک استدلال کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

”حضرت محارب بن دثار جو کہ کوفہ کے قاضی تھے اور صاحب علم و فضل تھے۔“

(ترک رفع یدین ص ۲۵۶)

اُن سے کوئی پوچھے کہ ایک ہی راوی کی کہیں زبردست تعریف اور کہیں شدید جرح آپ کیوں کرتے ہیں؟

① ایک روایت میں آیا ہے کہ (امام) ابو عبید نے فرمایا: میں نے محمد بن الحسن سے زیادہ قرآن کا کوئی بڑا عالم نہیں دیکھا۔ اس کی سند نوری صاحب نے تاریخ بغداد (۱۷۵/۲) اور مناقب ابی حنیفہ واصحابہ للصری (ص ۱۲۳) سے پیش کی ہے جس میں احمد بن محمد بن الصلت بن مغلّس الجمانی عرف ابن عطیہ ہے۔ ابن عطیہ مذکور کے بارے میں ذہبی نے کہا: ”وضاع“ وہ جھوٹی روایات گھڑنے والا ہے۔ (دیوان الضعفاء ۲۹۱/۱ ص ۵۰)

اور فرمایا: وہ ہلاک کرنے والا ہے۔ (میزان الاعتدال ۱۰۵/۱ ص ۴۱۰)

امام دارقطنی اور ابن ابی الفوارس نے کہا: وہ حدیث گھڑتا تھا۔

ابن عدی نے کہا: میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے شرم کوئی نہیں دیکھا۔

ابن حبان نے کہا: پس میں نے جان لیا کہ وہ حدیث گھڑتا ہے۔

دیکھئے لسان المیزان (ج ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

اور حافظ ذہبی نے کہا: ”کذاب و ضاع“ یہ جھوٹا، حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

(میزان الاعتدال ۱۴۰۱ ح ۵۵۵)

اس کذاب کی روایت نوری صاحب بطور استدلال پیش کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

⑨ ایک ثقہ عند الجمہور راوی محمد بن المظفر کے بارے میں نوری صاحب نے ابوالولید

باجی کی جرح نقل کی: ”کہ اس میں تشیع ظاہر ہے۔“ (تسویص ۳۲)

اور تھوڑا آگے جا کر محمد بن عمران المرزبانی کے بارے میں کہا:

”یہ اگرچہ اہل تشیع اور صاحب اعتزال تھا مگر عتقی نے کہا کہ حدیث کی روایت میں یہ ثقہ

ہے۔“ (تسویص ۳۲)

مرضی کے مطابق معتزلی اور رافضی راوی بھی مقبول اور مرضی کے خلاف معمولی تشیع

والا راوی بھی سخت مجروح؟ کیا ”خوب“ انصاف ہے؟!

⑩ محمد بن فضیل ایک راوی ہیں جن کے بارے میں نوری صاحب لکھتے ہیں:

”پھر اس اثر کی سند میں محمد بن فضیل ہے جس کے متعلق ابوداؤد نے کہا یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد

نے کہا اس کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے۔“ (ترک رفع ین ص ۴۲۲)

دوسری جگہ نوری صاحب نے محمد بن فضیل مذکور کی روایت کردہ ایک سند کے بارے میں

لکھا: ”اس سند کے تمام راوی صحیح بخاری شریف کے راوی ہیں اور ثقہ ثبت ہیں۔“

(ترک رفع ین ص ۴۵۷)

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ ثابت ہوا کہ غلام مصطفیٰ نوری قادری صاحب

اسماء الرجال اور علم حدیث سے بالکل ناواقف، جاہل اور کورے ہیں اور دن رات اس

کوشش میں مصروف ہیں کہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کر دیں۔

خلاصہ یہ کہ ”تسوید وجہ الشیطانی...“ والی کتاب مردود ہے اور اس کا مصنف علم و

انصاف اور صدق و اعتدال سے کوسوں دور ہے۔

غلام مصطفیٰ بریلوی صاحب میرا نام لے کر مجھ پر رد کر رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے نام سے بالکل بے خبر ہیں۔ میرا نام محمد زبیر ہے اور قبیلہ علی زئی مگر بریلوی صاحب بار بار ”زبیر زئی“ کی رٹ لگا رہے ہیں۔ دیکھئے اس کی تسوید (ص ۴، ۵....) عزیز زئی مرکب کو صرف زئی قرار دینا بہت بڑی جہالت ہے۔ حسن بن زیاد لؤلؤی حنفی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”کذاب“

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۶۵)

ان کے علاوہ ابو حاتم الرازی، دارقطنی، شافعی، محمد بن رافع النیسابوری، الحسن بن علی الحلوانی، یزید بن ہارون، یعلیٰ بن عبید، نسائی اور عقیلی وغیرہم نے اس پر شدید جرحیں کی ہیں۔ دیکھئے ماہنامہ الحديث: ۱۶ ص ۳۰ تا ۳۷

امام یزید بن ہارون سے لؤلؤی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: کیا وہ مسلمان ہے؟ (الضعفاء للعقيلي ۲۲۷ و سندہ صحیح)

حافظ پیشی نے کہا: اور وہ متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/۲۶۲)

امام محمد بن رافع النیسابوری نے فرمایا: حسن بن زیاد (نماز میں) امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔

(الضعفاء للعقيلي ۲۲۷، ۲۲۸ و سندہ صحیح، اخبار القضاة لوكج بن خلف ۳/۱۸۹، الحديث: ۱۶ ص ۳۳)

ایسے مجروح عند الجمہور راوی کے بارے میں غلام مصطفیٰ صاحب نے ”اقوال الاخیار فی ثناء امام حسن بن زیاد“ لکھا ہے۔ (دیکھئے اس کی تسوید ص ۱۱۰)

معلوم ہوا کہ نوری بریلوی صاحب عدل و انصاف سے ہزاروں میل دور ضد، تعصب اور عناد کی وادی میں سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں اور رات کو دن ثابت کرنے کے لئے ہر حیلہ بروئے کار لا رہے ہیں۔ لؤلؤی کے بارے میں ایک تحقیقی مضمون پیش خدمت ہے:

تلخیص نصب العمدانی جرح الحسن بن زیاد

حسن بن زیاد اللؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ) کے بارے میں محدثین کرام اور علمائے عظام کی گواہیاں اور تحقیقات پیش خدمت ہیں:

۱: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وحسن اللؤلؤی کذاب“ اور حسن (بن زیاد) اللؤلؤی کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایت الدوری: ۱۷۶۵، الجرح والتعديل ۱۵/۳، وسندہ صحیح، اکمل لابن عدی ۳۱/۲، دوسرا نسخہ ۱۶۰/۳، الضعفاء للعقيلي ۲۲۸/۱، اخبار القضاة ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح)

۲: امام دارقطنی نے کہا: ”کذاب کوفي متروک الحديث“

(تاریخ بغداد ۳۱۷/۷، وسندہ صحیح)

۳: یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ”الحسن اللؤلؤی کذاب“

(المعرفة والتاريخ ۵۶/۳، تاریخ بغداد ۳۱۷/۷، وسندہ صحیح)

۴: امام نسائی نے کہا: ”والحسن بن زیاد اللؤلؤی کذاب خبیث“

(الطبقات للنسائی آخر کتاب الضعفاء ص ۲۶۶، دوسرا نسخہ ص ۳۱۰)

۵: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے حسن بن زیاد اللؤلؤی کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انھوں نے فرمایا: ”أَوْ مُسْلِمٌ هُوَ؟“ کیا وہ مسلمان ہے؟ (الضعفاء للعقيلي ۲۲۷/۱، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۲۶/۱، تاریخ بغداد ۳۱۶/۷، وسندہ صحیح، اخبار القضاة لمحمد بن خلف بن حیان: کتب ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح)

۶: امام محمد بن رافع النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: حسن بن زیاد اللؤلؤی امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔ الخ (الضعفاء للعقيلي ۲۲۷/۱، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۲۷/۱، تاریخ بغداد ۳۱۶/۷، وسندہ صحیح، اخبار القضاة ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح)

۷: حسن بن علی الحلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے لؤلؤی کو دیکھا، اس نے سجدے میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا تھا۔ (تاریخ بغداد ۳۱۶/۷، وسندہ صحیح، یاد رہے کہ تاریخ بغداد میں کاتب

کی غلطی سے حسن بن علی الحلو انی کے بجائے حسن بن زیاد الحلو نی چھپ گیا ہے۔)

۸: یعلیٰ بن عبید رحمہ اللہ نے کہا: ”اتق اللؤلؤی“ لؤلؤی سے بچو۔

(الضعفاء للعقيلي ۲۲۷/۱ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳۶/۱، تاریخ بغداد ۳۱۶/۷ وسندہ صحیح)

۹: ابو حاتم الرازی نے کہا: ”ضعیف الحديث، ليس بثقة ولا مأمون“ وہ حدیث

میں ضعیف تھا، ثقہ اور قابل اعتماد نہیں تھا۔ (البرج والتعديل ۱۵/۳، علل الحديث ۴۳۲/۲ ح ۲۸۰۶)

۱۰: اسحاق بن اسماعیل الطالقانی (ثقة عند الجمهور) نے کہا: ہم وکیع (بن الجراح) کے پاس

تھے کہ کہا گیا۔ بے شک اس سال بارش نہیں ہو رہی، قحط ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: قحط کیوں نہ ہو؟

حسن اللؤلؤی اور حماد بن ابی حنیفہ، جو قاضی بنے بیٹھے ہیں۔ (الضعفاء للعقيلي ۲۲۸/۱ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس عبارت کا ترجمہ ماہنامہ الحديث (عدد ۱۶ ص ۳۶) میں غلط چھپ گیا تھا۔

۱۱: جوزجانی نے کہا: اسد بن عمرو، محمد بن الحسن اور لؤلؤی سے اللہ فارغ ہو چکا ہے۔

(احوال الرجال ص ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱)

یعنی اللہ نے ہمیں اُن سے نجات دے دی ہے یا یہ کہ وہ اللہ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے

اپنے مقامات پر پہنچ چکے ہیں۔ واللہ اعلم

۱۲: عقيلي نے حسن بن زیاد کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے جروح نقل کیں اور کسی قسم کا

دفاع نہیں کیا۔

۱۳: ابن الجوزی نے اسے کتاب الضعفاء والمتر وکین (۲۰۲/۱ تا ۸۲۱) میں ذکر کیا۔

۱۴: ابن عدی نے کہا: اور وہ ضعیف ہے۔ الخ (الکامل ۳۲۲/۷)

۱۵: ابن شاہین نے اسے تاریخ اسماء الضعفاء والکذابين (ص ۷۲ ترجمہ: ۱۱۸) میں ذکر کیا۔

۱۶: حافظ سمعانی نے کہا: لوگوں نے اس میں کلام کیا ہے اور وہ حدیث میں کچھ چیز

نہیں ہے۔ (الانساب ۱۳۶/۵)

۱۷: ابن اثیر نے کہا: اور وہ روایت میں سخت ضعیف ہے، کئی (علماء) نے اسے کذاب کہا

ہے اور وہ بڑا فقیہ تھا۔ (غایۃ النہای فی طبقات القراء ۲۱۳/۱ تا ۹۷۵)

- ۱۸: حافظ بیہمی نے کہا: اور وہ متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/۲۶۲)
- ۱۹: حافظ ذہبی نے کہا: اس کے ضعف کی وجہ سے انھوں (محدثین) نے کتبِ ستہ میں اُس سے روایت نہیں لی اور وہ فقہ میں سردار تھا۔ (العبر فی خبر من غیر ۱/۲۷۰ و فیات ۲۰۴ھ)
- ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء (۱/۱۸۵ تا ۹۰۵) میں بھی ذکر کیا ہے۔
- ۲۰: زلیعی حنفی نے حسن بن زیاد کے بارے میں لکھا: ”و نقل عن آخرین أنهم رموه بحب الشباب وله حکایات تدل علی ذلك“ پھر انھوں (ابن عدی) نے دوسروں سے نقل کیا کہ یہ لڑکوں سے محبت کرتا تھا اور اُس کے قصے اس پر دلالت کرتے ہیں۔
- (نصب الراية ۵۳/۱)
- جرجہ غفیر اور جمہور محدثین کی اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل توثیق مروی ہے:
- ۱: مسلم بن قاسم نے اسے ثقہ کہا۔
- عرض ہے کہ مسلمہ مذکور بذاتِ خود ضعیف و مشبہ تھا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۱۲/۴)
- اور لسان المیزان (۶/۳۵)
- ۲: حاکم نے اس سے المستدرک میں روایت لی ہے۔
- عرض ہے کہ مجھے حسن بن زیاد اللؤلؤی کی کوئی روایت المستدرک میں تصحیح کے ساتھ نہیں ملی اور حاکم کا مستدرک میں صرف روایت لینا حاکم کے نزدیک بھی راوی کی توثیق نہیں ہے۔ نیز دیکھئے المستدرک (۳/۵۸۹ ح ۶۴۹۲)
- ۳: ابوعوانہ نے المستدرک (۱۲/۹۱ ح ۱۲) میں اُس سے روایت لی۔
- عرض ہے کہ اس روایت میں لؤلؤی کی صراحت نہیں اور اگر صراحت ہوتی بھی تو جمہور کی جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔
- نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۴۹۱، لسان المیزان ۳/۳۳۸ ترجمہ عبداللہ بن محمد البلوی)
- ۴: اگر کوئی کہے کہ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لؤلؤی کی صراحت کے ساتھ کتاب الثقات میں ہمیں اس کا ذکر نہیں ملا اور دوسرے یہ کہ

اگر ابن حبان سے یہ توثیق ثابت بھی ہوتی تو جمہور کی جرح کے مقابلے میں مردود تھی۔
 ۵: اگر کوئی کہے کہ یحییٰ بن آدم نے کہا: میں نے حسن بن زیاد سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں
 دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ للصمیری ص ۱۳۱)

عرض ہے کہ یہ قول احمد بن محمد الصیرفی، محمد بن منصور اور محمد بن عبید اللہ الحمدانی کی وجہ
 سے ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الحدیث: ۱۶ ص ۳۷
 محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں راقم الحروف کا رسالہ ”تائید ربانی اور ابن فرقد شیبانی“
 پڑھ لیں۔ وما علينا إلا البلاغ (۲۹/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۳۰/ ستمبر ۲۰۰۸ء)

اعلانات

① صحیح مسلم کی ایک صحیح حدیث کو خبیث احمد صاحب نے شاذ (یعنی ضعیف) قرار
 دینے کی جو کوشش کی ہے، اس کا مکمل جواب کمپوز کروا کر ہفت روزہ الاعتصام لاہور
 اور ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد کے متعلقین تک پہنچا دیا گیا ہے۔ والحمد للہ
 ② ماہنامہ الحدیث: ۵۳ ص ۲۵-۲۶ حوالہ نمبر ۹ میں امام ابو زرعہ الرازی کی
 بجائے امام ابو حاتم الرازی، اور امام ابو حاتم الرازی کی بجائے امام ابو زرعہ الرازی
 کے نام چھپ گئے ہیں جس سے سارا واقعہ مقلوب ہو گیا ہے۔ یہ سچا واقعہ ماہنامہ
 الحدیث: ۱۴ ص ۱۵-۱۳ میں صحیح طور پر پہلے چھپ چکا ہے اور قول راجح میں اس کی
 سند حسن لذاتہ ہے۔ قارئین کرام الحدیث: ۵۳ والے اپنے اپنے نسخوں میں
 ابو زرعہ کی جگہ ابو حاتم اور ابو حاتم کی جگہ ابو زرعہ لکھ کر تصحیح کر لیں۔ جزاکم اللہ خیراً
 ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

③ راقم الحروف کی صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے آخر میں میرے دستخط و
 مہر ہیں یا اُسے مکتبۃ الحدیث حضور/ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، لاہور سے شائع کیا گیا
 ہے۔ باقی کسی کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ (۱۲/ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

حافظ زبیر علی زئی۔ حضور

حافظ زبیر علی زئی

سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے بارے میں وضاحتیں

مکتبہ دارالسلام نے راقم الحروف کی تحقیق سے، بہت اعلیٰ معیار پر سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ (اردو میں) شائع کی ہیں۔ جزا ہم اللہ خیراً

سنن ابی داود کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی، تحقیق جدید یا کمپوزر کی غلطیوں کی وجہ سے احکامات بدل گئے ہیں لہذا اپنے اپنے نسخے میں ان کی اصلاح کر لیں:

حدیث نمبر سابق حکم جدید حکم

۱۶۰: (إسناده ضعيف) حسن

عطاء العامري صحح له الحاكم والذهبي (۱۵۲، ۱۵۱ / ۴)

۳۵۷: (حسن) سندہ ضعیف

۵۳۲: (حسن) ضعیف لشذوذہ

۵۳۳: (حسن) سندہ ضعیف

مسروح مجهول الحال، وثقه ابن حبان وحده

۸۲۵: (صحيح) ضعیف

وليد بن مسلم عنعن

۲۱۱۶: (صحيح) سندہ ضعیف

۲۵۱۵: (إسناده ضعيف) حسن

رواية بقیة عن بحیر بن سعد صحیحة، انظر الفتح المبين ص ۶۹

۲۲۷۰: (حسن) ضعیف الثوری عنعن

۲۸۰۴: (حسن) ضعیف

ولبعض الحديث شاهد حسن عند الترمذي: ١٥٠٣

٢٩٩٧: (إسناده ضعيف) إسناده صحيح

٣٦١٦: (صحيح) سنده ضعيف قتادة عنعن

٣٧٨٥: (حسن) سنده ضعيف

عبدالله بن أبي نجيح مدلس و عنعن

٤٣٠٥: (إسناده ضعيف، بشير بن المهاجرلين الحديث وضعفه الجمهور)

إسناده حسن، بشير بن المهاجر حسن الحديث وثقه الجمهور

٤٣٤٥: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

أبو بكر بن عياش حسن الحديث، وثقه الجمهور في غير ما أنكر عليه.

٤٣٤٦: (إسناده ضعيف) حسن انظر الحديث السابق

٤٤٠٠: (صحيح) سنده ضعيف الأعمش عنعن

وروى علي بن الجعد (٧٤١) بسند صحيح عن ابن عباس أن عمر رضي الله عنه

أتى بمجنونة قدزنت و هي حبلی فأراد رجمها فقال له علي: أما بلغك أن القلم

قد وضع عن ثلاثة: عن المجنون حتى يفنيق و عن الصبي حتى يعقل و عن النائم

حتى يستيقظ؟

٥١٧٤: (حسن) ضعيف

٥٢١٠: (إسناده ضعيف) حسن

وله شاهد حسن عند الطبراني في الكبير (٨٢/٣، ٨٣ ح ٢٧٣٠)

سنن ابن ماجه کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی یا تحقیق جدید کی وجہ سے

احکامات بدل گئے ہیں لہذا اپنے نسخے میں ان کی اصلاح کر لیں:

حدیث نمبر سابق حکم جدید حکم

٥١: (حسن) سنده ضعيف

و حديث أبي داود (٤٨٠٠) يغني عنه.

٥٠٤: (صحيح) سنده ضعيف

يزيد بن أبي زياد ضعيف مشهور.

٧٣٥: (صحيح) سنده ضعيف

و لبعض الحديث شواهد صحيحة.

٩٤٦: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

عبيد الله بن عبد الرحمن بن موهب و عمه و ثقهما الجمهور.

٩٧١: (حسن) سنده ضعيف

و لبعض الحديث شاهد حسن عند الترمذي (٣٦٠)

١١٤٩: (حسن) سنده ضعيف

و لأصل الحديث شواهد عند مسلم (٧٢٦) وغيره.

١٣٦٤: (صحيح) ضعيف، تقدم: ١٢٥١

١٤٢٩: (إسناده حسن) إسناده ضعيف

تميم بن محمود ضعفه الجمهور.

١٤٦٨: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

عباد بن يعقوب حسن الحديث (انظر مجلة الحديث: ٢٢ ص ١٠، ١١)

١٤٨٦: (صحيح) إسناده ضعيف لانقطاعه

١٨١٨: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

٢٠٣٠: (صحيح) سنده ضعيف

الأعشى عنعن

٢١٩٦: (حسن) سنده ضعيف

٢٤٩٤: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

۲۷۸۰: اس میں والربیع تقدم کاٹ دیں۔

۲۸۸۴: (حسن) سندہ ضعیف

۲۸۹۳: (حسن) سندہ ضعیف

عطاء بن السائب اختلط و لبعض الحديث شاهد حسن عند النسائي.

۲۹۰۳: (إسناده ضعیف) حسن

له شاهد عند الطبراني في الصغير (۲۲۶/۱) وسنده حسن.

۳۰۲۳: (صحیح) سندہ ضعیف

أبو الزبير عن وعن وحديث مسلم (۱۲۹۹) يغني عنه.

۳۰۸۲: (صحیح) إسناده ضعیف

۳۱۳۴: (إسناده ضعیف) إسناده حسن

۳۱۴۲: (حسن) سندہ ضعیف

أبو إسحاق عن وعن وبعض الحديث شاهد حسن.

۳۱۸۹: (حسن) سندہ ضعیف

۳۲۱۸: (صحیح) سندہ ضعیف جداً

۳۳۱۴: (صحیح) سندہ ضعیف جداً

۳۷۱۴: (?) سندہ ضعیف

عكرمة بن عمار مدلس و عن وعن ورواه مسلم (۲۹۹۳) بغير هذا اللفظ.

۳۸۶۵: (حسن) سندہ ضعیف

۳۸۹۸: (حسن) سندہ ضعیف

۳۹۱۷: (إسناده ضعیف) صحيح متفق عليه

۴۱۱۸: (إسناده ضعیف) حسن

۴۲۷۱: (ضعیف) صحيح [انتهى]

حافظ زبیر علی زئی

آل دیوبند اور وحدت الوجود

حافظ ثار احمد الحسینی (دیوبندی) کے نام:

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی طرف سے ایک کتاب ”علمائے دیوبند....“ پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات“ شائع ہوئی ہے جس میں آپ لوگوں نے میرے ایک مختصر رسالے ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ وغیرہ کا بزعم خویش جواب دینے کی کوشش کی ہے! عرض ہے کہ آپ اپنے عقیدے وحدت الوجود پر اعتراضات کے جوابات دینے سے عاجز ہیں، جنہیں کتاب مذکور کے نمبر ۱ میں باحوالہ پیش کیا گیا ہے، کجا یہ کہ پوری کتاب کا جواب آپ کی طرف سے لکھا جائے۔!؟

آپ نے صفحہ نمبر ۱، پر سات بے دلیل دعوے لکھنے، پھر وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان، حکیم فیض عالم ناصبی، بعض علمائے اہل حدیث کے غیر مفتی بہا اقوال، اختر کاشمیری (؟) اور اپنے تقلیدی مولویوں کی عبارات پیش کرنے کے سوا کیا کام کیا ہے؟ راقم الحروف نے نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، مولوی محمد حسین اور (مولانا) ثناء اللہ (امرتسری) وغیرہم کے بارے میں ماسٹر امین اکاڑوی دیوبندی حیاتی کا قول نقل کیا تھا کہ ”لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں....“

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۳۲، بحوالہ مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۲، تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

امین اکاڑوی کا قول اس لئے پیش کیا تھا کہ دیوبندیہ حیاتیہ کے نزدیک اُن کا بہت بڑا مقام ہے مثلاً قاضی ارشد الحسینی (اٹک) نے انہیں ”ایک عظیم انسان“ قرار دیا ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الخیر ملتان کا اکاڑوی نمبر (ج ۱۹ شمارہ: ۸ تا ۵) ص ۲۴۳

جن حوالوں اور عبارات کو تمام اہل حدیث علماء اور عوام بالاتفاق غلط قرار دے کر

مستر ذکر چکے ہیں، اُصولاً آپ انھیں ہمارے خلاف پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ فریقِ مخالف کے خلاف وہی دلیل پیش کرنا جائز ہے جسے وہ صحیح اور حجت تسلیم کرتا ہے۔ آپ لوگوں کا اہل حدیث کے خلاف بالاتفاق غلط حوالے پیش کرنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے پاس اہل حدیث کے خلاف پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل ہی نہیں ہے ورنہ آپ ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ راقم الحروف نے علمائے دیوبند کے چند خطرناک عقائد میں سے پہلا عقیدہ وحدت الوجود بالاختصار پیش کیا تھا جس میں حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں:

”نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔“

(بدئی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۴، بحوالہ شائم امدادیہ ص ۳۲، کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

اس کے بعد لغت کی دو مشہور کتابوں سے وحدت الوجود کا مطلب و مفہوم پیش کیا تھا:

”تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسوی کو محض اعتباری سمجھنا جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا“ (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴)

”صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔“ (علمی اردو لغت، تصنیف وارث سرہندی ص ۱۵۵)

اس لغوی مفہوم و تشریح سے معلوم ہوا کہ عقیدہ وحدۃ الوجود میں خالق و مخلوق میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا بلکہ مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔

﴿سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۴۳]

حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب نے اس لغوی مطلب و مفہوم کا کوئی جواب نہیں دیا اور محمد تقی عثمانی صاحب کی عبارت لکھ دی ہے کہ ”صحیح مطلب یہ ہے کہ....“ (علمائے دیوبند پر... ص ۲۵)

تقی صاحب کا ”صحیح مطلب“ کتب لغت کے مطلب، حاجی امداد اللہ صاحب کی تصریحات اور رشید احمد گنگوہی صاحب کی عبارات (وغیرہ) کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب نے خدا کا خلیفہ کہہ کر ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔“

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۴، کلیات امدادیہ ص ۳۵، ۳۶)

حاجی صاحب مزید فرماتے ہیں: ”اور اس کے بعد اس کو ہو کہ ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے“ (ایضاً ص ۱۴، بحوالہ کلیات امدادیہ ص ۱۸)

حافظ ظہور احمد صاحب نے یہ دونوں عبارتیں نہ تو نقل کیں اور نہ ان کا کوئی جواب دیا بلکہ یہ لکھ دیا کہ ”چنانچہ زیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق و مخلوق، عابد و معبود، اور خدا و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۵)

حالانکہ یہ زیر علی زئی کا تعصب یا تجاہل عارفانہ ہے کہ ”وحدت الوجود“ میں خالق و مخلوق اور عابد و معبود میں فرق نہیں رہتا۔“ (علمائے دیوبند پر..... ص ۲۶)

عرض ہے کہ یہ تعصب یا تجاہل عارفانہ نہیں بلکہ ”باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ اور ”(اللہ) ہو جائے“ کا یہی مطلب ہے کہ جس کے جواب سے آپ نے چشم پوشی برتی ہے۔ اب ایک اور حوالہ پڑھ لیں:

ایک آدمی نے دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں ان کے ایک مضمون کے بارے میں سوال کیا:

”اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“

حاجی صاحب نے جواب دیا:

”کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے“ (ثانم امدادیہ ص ۳۴)

حاجی صاحب تو تسلیم کر رہے ہیں کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے اور ظہور احمد صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

میں نے رشید احمد گنگوہی صاحب کا حوالہ پیش کیا تھا جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے...“

(بدعتی کے پیچھے نماز... ص ۱۵، بحوالہ مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

تنبیہ نمبر ۱: خط کشیدہ لفظ کمپوزنگ کی غلطی سے کتاب: ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ میں چھپنے سے رہ گیا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۴۴

تنبیہ نمبر ۲: مذکورہ الفاظ ”فضائل صدقات“ سے نقل کئے گئے ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے اپنے تسلیم شدہ بزرگ گنگوہی صاحب کی عبارت کا تو کوئی جواب نہیں دیا مگر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کی عبارتیں لکھ دی ہیں جن میں وحدت الوجود کی تاویل کی گئی ہے اور ”بندہ خدا ہو جاتا ہے، ذکر کرنے والا خود اللہ ہو جائے اور بندہ کہے: یا اللہ وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے“ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ حافظ روپڑی صاحب تاویل کے ذریعے سے جس وحدت الوجود کو ”مراد ان کی صحیح ہے۔“ قرار دے رہے ہیں وہ وہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے بلکہ اسی حوالے میں دیوبندیوں کا نام لئے بغیر وحدت الوجود کے غلط عقیدے کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

”اب رہی ”توحید الہی“ سواس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ”ہمہ اوست“ سمجھتے ہیں یعنی ہر شے عین خدا ہے۔“ (فتاویٰ الہمدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

کیا ظہور احمد صاحب نے یہ عبارت نہیں پڑھی یا تعصب و تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے؟
بہکے اور پھسلے ہوئے لوگ صحیح ہوتے ہیں یا غلط؟

جن لوگوں کو حافظ روپڑی صاحب بہکے ہوئے قرار دے رہے ہیں، وہ دیوبندی ہی تو ہیں۔
تنبیہ: وحدت الوجود اور ابن عربی کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی کی عبارات تین وجہ سے غلط ہیں:

اول: یہ تاویلات ہیں جو کہ دیوبندی علماء کی عبارات اور علمائے حق مثلاً حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیقات کے خلاف ہیں۔

دوم: حافظ روپڑی کی مذکورہ عبارت کے آخر میں اُن کے شاگرد مولانا محمد صدیق سرگودھوی حاشیہ لکھتے ہیں:

”یہ محدث روپڑی کی اپنی رائے ہے....“ (فتاویٰ الہمدیث ج ۱ ص ۱۵۵)

سوم: حافظ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ ”کیونکہ ابن عربی کی کتاب ”عوارف المعارف“ سے ماخوذ ہے۔۔۔“ (فتاویٰ الحدیث ج ۱ ص ۱۵۵)

حالانکہ عوارف المعارف کا مصنف سہروردی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون (ج ۲ ص ۱۱۷) معلوم ہوا کہ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے لہذا ان کی تاویلات سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے حاجی امداد اللہ اور گنگوہی صاحبان کی عبارات کا جواب دینے کے بجائے میاں نذیر حسین دہلوی، فضل حسین بہاری، نواب صدیق حسن، حافظ عبداللہ روپڑی، وحید الزمان حیدر آبادی، ابراہیم سیالکوٹی، فیاض علی اور عبدالسلام مبارکپوری سے ابن عربی کی تعریف میں کچھ عبارات نقل کر دی ہیں جو چاروجہ سے مردود ہیں:

اول: یہ علماء ابن عربی سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ دیکھئے الحدیث: ۲۴ ص ۲۹
دوم: یہ علماء ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔

سوم: ان علماء کی تاویلات ان سے بڑے اور جمہور علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ مثلاً امام بلقینی، العز بن عبدالسلام، ابو حیان الاندلسی، ابن کثیر، ابن تیمیہ، ابن حجر العسقلانی اور محدث بقاعی وغیرہم نے ابن عربی پر شدید جرح کر رکھی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۴ ص ۲۱-۲۳

چہارم: فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ میں ابن عربی کی عبارات سے ان تاویلات کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے ”ارشاد فرمایا“:

”ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے سب مرید نیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلاں کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا ”میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس“

نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاء ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں ”میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا ”بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟“ اُس نے کہا حضرت روسیاء ہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے ”بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے“ رنڈی یہ سنکر آگ ہو گئی اور خفا ہو کر کہا لا حول ولا قوۃ اگرچہ میں روسیاء و گناہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔“

میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھکر چل دی۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲) اس عبارت سے ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک توحید میں غرق میاں صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ زنا کرنے اور کرانے والا تو وہی ہے۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ وحدت الوجود کے گندے عقیدے کی اس عبرت ناک مثال کو میں نے ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ میں مختصرًا پیش کیا تھا۔ (ص ۱۵) مگر حافظ ظہور صاحب نے اس کے جواب سے خاموشی برتی لہذا ثابت ہوا کہ وہ میری اس چھوٹی سی کتاب کے صرف ایک باب اور بارہ خطرناک عقائد میں سے صرف ایک عقیدے کے جواب سے بھی عاجز رہے ہیں۔ جواب دینے سے پہلے فریق مخالف کی عبارت تو پڑھ لیں ورنہ یہی انجام ہوگا جو ظہور احمد کا ہوا ہے۔ جب تک میری ہر دلیل اور ہر اعتراض کا صریح جواب نہیں آئے گا ”الزامات کے جوابات“ کی حیثیت باطل و مردود ہی رہے گی۔

نثار صاحب! آپ نے عرضِ ناشر میں بے دلیل اور بے حوالہ دعوے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”علمائے دیوبند کی ان خدمات سے سب سے زیادہ ڈرا نگریز حکومت کو تھا“ (ص ۱) آپ کے اس دعوے کی تردید و ابطال میں آلِ دیوبند اور انگریز کے سلسلے میں دس حوالے پیش خدمت ہیں:

① عاشق الہی میرٹھی دیوبندی اپنے امام ربانی یعنی رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے

میں لکھتے ہیں: ”ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندو قچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پراجا کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہو گیا۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۴، ۷۵)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے شمالی میں جنگ لڑی جس میں حافظ ضامن صاحب باغیوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ میرٹھی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹)

انگریز سرکار مسلمانوں کا قتل عام کر رہی تھی اور دیوبندی اکابر اسے مہربان سرکار قرار دے کر خیر خواہ ثابت ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ!

⑤ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں عاشق الہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو۔۔۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۶)

انگریزوں کی حکومت (اور انگریز سرکار) کو رحمدل کہنے والے کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے، سب سے زیادہ ڈرا انگریز حکومت کو تھا!

③ دیوبندیوں کے اکابر میں سے ایک مملوک علی صاحب تھے، جن کے بارے میں لطیف اللہ نے لکھا ہے:

”اول یہ کہ مولانا موصوف دہلی کالج میں انگریزی حکومت کے بمشاہرہ سوروپے ماہانہ پر ملازم تھے۔“ (انفاس امدادیہ ص ۸۰۸ احاشیہ نمبر ۱۱)

محمد انوار احسن شیر کوٹی دیوبندی لکھتے ہیں: ”دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپل ان کی قدر کرتے

اور ان پر اعتقاد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔“

(سیرت یعقوب و مملوک ص ۳۳)

کیا خیال ہے ۱۸۲۵ء میں ایک روپے کا کتنا سونا ملتا تھا اور انگریز گورنر جنرل نے کس خوشی میں مملوک علی صاحب کو انعام دیا تھا؟

حفظ الرحمن دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے

بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔“ (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی طرف سے کتنا روپیہ ملتا تھا اور کیوں ملتا تھا؟

جواب دیں، خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟

⑤ حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے ”علامہ عثمانی“ دیوبندی صاحب

نے فرمایا: ”دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے

مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اون کو چھ سو

روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔“

(مکالمۃ الصدرین ص ۹)

ممکن ہے کہ پہلے علم نہ ہو لیکن بعد میں انھیں علم ہو گیا کیونکہ تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں:

”تحریرات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے

پاتا ہے۔“ (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۶ ملفوظ نمبر ۱۰۸، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۳)

⑥ اشرف علی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں

کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ تھانوی صاحب نے جواب دیا:

”محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی

اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا

ہے۔“ (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۵، ملفوظ: ۱۰۷، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۲)

④ محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بیٹے محمد احمد کے بارے میں دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ
 ”۱۴۴۔ محمد احمد حافظ شمس العلماء

(۱) پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور وفادار ہے۔“

(تحریک شیخ الہند ص ۴۴۹)

کیا خیال ہے؟ جس شخص کے بارے میں انگریز حکومت خود اقرار کرے کہ ”وفادار ہے“ تو وہ کتنا بڑا وفادار ہوگا؟!

⑤ محمد احسن نانوتوی کے بارے میں محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

”۲۲/ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے“
 (کتاب: ”مولانا محمد احسن نانوتوی“ ص ۵۰)

ایوب صاحب مزید لکھتے ہیں: ”اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگادی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کو تو اس شہر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا“ (محمد احسن نانوتوی ص ۵۱)

⑥ پی سی پگٹ نامی ایک انگریز لکھتا ہے:

”مجھ کو آج مدرسہ عربیہ دیوبند کے معائنہ سے غیر معمولی مسرت ہوئی... میں نہایت خوشی سے اپنا نام چندہ دہندگان میں شامل کرتا ہوں۔ پی سی پگٹ، جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور، ۶/ اپریل ۱۸۹۷ء“ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۳۴۹)

کیا خیال ہے؟ پگٹ صاحب کتنا چندہ دے گئے تھے اور کس وجہ سے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے؟

⑦ ایک انگریز پامر نامی نے کیا کہا تھا؟ اس کا جواب پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی

سے سنئے، لکھتے ہیں:

”اس مدرسہ نے یوٹائیو مآتری کی ۳۱/ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں

”جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد معاون سرکار ہے۔۔۔“ (محمد احسن نانوتوی ص ۲۱، نیز دیکھئے کتاب: فخر العلماء ص ۶۰)

نثار صاحب! اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً عبید اللہ سندھی (سابق نام: بوناسنگھ) نے اپنے ایک خط میں مدرسہ دیوبند کے بارے میں فرمایا:

”مالکان مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں“ (دیکھئے تحریک شیخ الہند ص ۳۵۸) آپ ایسا کریں کہ حافظ ظہور احمد صاحب اور دوسرے لوگوں سے میری چھوٹی سی کتاب ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ کا مکمل اور موضوع کے مطابق جواب لکھوائیں۔ اسی طرح ماہنامہ الحديث حضور میں آل دیوبند پر جو تحقیقی رد کیا گیا ہے مثلاً ”انور اکاڑی صاحب کے جواب میں“ اور ماہنامہ الحديث: ۴۹ میں شائع شدہ تحقیقی مضمون ”وحدت الوجود کیا ہے؟ اور اس کا شرعی حکم“ (ص ۱۲-۲۶) وغیرہ، ان تحریرات کا بھی مکمل اور بمطابق تحریر جواب لکھیں یا لکھوائیں۔

المہند الدیوبندی جیسی بے ثبوت اور اصل عبارات سے فرار والی تحریرات شائع کر کے اپنی جگہ ہنسائی نہ کروائیں۔

تنبیہ: ہم نے وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی اور بعض علماء وغیرہم کے بارے میں صراحتاً یا اشارتاً اعلان کر رکھا ہے کہ یہ ہمارے اکابر میں سے نہیں ہیں یا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔ اگر آپ کے پاس میرے اعلانات نہیں

پہنچے تو اس تحریر کو میرا اعلان سمجھ لیں۔

میرے خلاف آپ درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید

۲: صحیح اور حسن لذاتہ مرفوع احادیث

۳: اجماع ثابت

اگر آپ ہمارے علماء کرام کے اجتہادات پیش کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں:

۱۔ وہ عالم ہمارے نزدیک ثقہ و صدوق عند الجمہور ہو اور صحیح العقیدہ اہل حدیث ہو۔

۲۔ اس عالم کا قول قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

۳۔ اس عالم کا قول ہمارے نزدیک مفتی بہ ہو۔

۴۔ ہم اسے اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہوں۔

دوبارہ عرض ہے کہ ہم کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہر عالم کا قول مردود سمجھتے ہیں۔

آپ لوگوں کے خلاف ہم وہی عبارات اور حوالے پیش کرتے ہیں جنہیں آپ صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ان عبارات کا صاف طور پر علانیہ انکار کر دیں اور عبارات لکھنے یا کہنے والوں کو اپنے اکابر کی فہرست سے باہر نکال دیں تو ہم آپ کے خلاف یہ عبارات اور حوالے ہر گز نہیں پیش کریں گے۔ کیا خیال ہے؟ اگر حیاتی دیوبندیوں کے خلاف ممانی دیوبندیوں، احمد سعیدی دیوبندیوں اور پنچ پیری دیوبندیوں کے حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے جائیں تو کیا آپ ان حوالوں کو تسلیم کریں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہمارے خلاف بھی آپ کو ایسے حوالے پیش کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں جنہیں ہم تسلیم کرنے سے علانیہ انکار یا اعلان براءت کرتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

(۲۶/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۷/ ستمبر ۲۰۰۸ء)

تصنيف: حافظ ابن کثیر

ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

اختصار علوم الحديث (قسط نمبر ۵)

(۱۶) سولہویں قسم: افراد (منفرد روایات)

اس کی (کئی) قسمیں ہیں:

بعض اوقات راوی اپنے استاذ سے (روایت کرنے میں) منفرد (اکیلا) ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یا کسی روایت کے ساتھ کسی علاقے والے منفرد ہوتے ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے: اس (روایت) کے ساتھ اہل شام یا اہل عراق یا اہل حجاز منفرد ہیں، وغیرہ اور بعض اوقات ان (علاقے والوں) میں سے ایک آدمی منفرد ہوتا ہے تو اس طرح دو صفتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم

حافظ دارقطنی نے سو (۱۰۰) اجزاء میں افراد کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کی کوئی مثال ان سے پہلے نہیں ملتی۔ حافظ محمد بن طاہر (المقدسی) نے اسے ”اطراف“ میں مرتب کر دیا ہے۔^(۱)

(۱۷) سترہویں قسم: زیادتِ ثقہ (کے بارے) میں

جب کوئی (ثقہ) راوی اپنے استاذ سے دوسرے راویوں کی بنسبت منفرد ہو جائے تو اسے زیادتِ ثقہ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ مقبول ہے یا نہیں؟ اس میں مشہور اختلاف ہے۔ خطیب (بغدادی) نے اکثر فقہاء سے نقل کیا ہے کہ یہ مقبول ہے^(۲) اور اکثر محدثین نے اسے رد کر دیا ہے۔^(۳) بعض لوگ کہتے ہیں: اگر مجلسِ سماع ایک ہو تو قابلِ قبول نہیں ہے اور اگر کئی

(۱) المقدسی کی یہ کتاب ”اطراف الغرائب والافراد“ کے نام سے دو بڑی جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ واللہ
(۲) الکفایہ ص ۴۲۴ (۳) حافظ ابن کثیر کی یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے: جمہور فقہاء اور اصحاب الحديث نے کہا: ثقہ کی زیادتِ مقبول ہے، جس کے ساتھ وہ منفرد ہو..... الخ (الکفایہ ص ۴۲۴)
نیز دیکھئے الباعث الحثیف مع تعلیق الالبانی (۱۹۴۱) اور المقنع فی علوم الحديث لابن الملقن (۱۹۱۱)

مجلس ہوں تو قابل قبول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روایت بیان کرنے والے (اصل راوی) کے علاوہ دوسرے کی زیادت مقبول ہے۔ برخلاف اس کے کہ وہ (اصل راوی) کبھی اسے (زیادت کو) بیان کرے اور کبھی اسے بیان نہ کرے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ روایت حکم میں دوسرے راویوں کے (سراسر) خلاف ہو تو مقبول نہیں ہے ورنہ مقبول ہے جیسے کہ اگر کوئی راوی ساری حدیث کے ساتھ منفرد (اکیلا) ہو تو اس کا تفرّد مقبول ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ثقہ ضابط یا حافظ ہو۔

خطیب نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (دیکھئے الکفایہ ص ۴۲۵)

شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے زیادت ثقہ کی یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ (امام) مالک نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے روایت کیا: رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر آزاد یا غلام (اور) مرد یا عورت پر رمضان میں صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الموطأ ۲۹۴/۱) اس میں ”مسلمانوں میں سے“ (من المسلمین) کے الفاظ (امام) مالک کی نافع سے زیادت ہے۔ ترمذی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ (حفاظ حدیث میں سے) مالک اس کے ساتھ منفرد ہیں۔ (دیکھئے کتاب العلل الصغیر للترمذی مع اسنن طبع دار السلام ص ۸۹۹، سنن الترمذی: ۶۷۶) اور ابو عمرو (ابن الصلاح) اس پر خاموش رہے ہیں۔ (حالانکہ امام) مالک نے ان الفاظ کے ساتھ تفرّد نہیں کیا بلکہ (امام) مسلم نے اسے مالک کی طرح ضحاک بن عثمان عن نافع کی سند سے بیان کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۸۴) اسی طرح بخاری (۱۴۳۲) ابو داود (۱۶۱۲) اور نسائی (۲۵۰۶) نے اسے عمر بن نافع عن ابیہ کی سند سے بیان کیا ہے۔^(۱)

(ابن الصلاح نے) کہا: اس کی مثالوں میں سے وہ حدیث (بھی) ہے جس میں آیا ہے: ”میرے لئے زمین: مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے۔“

ابو مالک سعد بن طارق الجمعی نے ”عن ربیع بن حراش عن حذیفہ عن النبی

(۱) اسے یونس بن یزید اور کثیر بن فرقد وغیرہ نے بھی نافع سے بیان کیا ہے لہذا یہ مثال صحیح نہیں ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے اس میں ”و تربتها طهور“ اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے/ کا اضافہ بیان کیا ہے۔ اسے مسلم (۵۲۲) ابن خزیمہ (۲۶۳) اور ابو عوانہ الاسفرائینی (۳۰۳/۱) نے روایت کیا ہے۔

اور (ابن الصلاح نے) ذکر کیا کہ متصل ومرسل کے درمیان اختلاف زیادت ثقہ کے قبول کے درمیان اختلاف کے علاوہ ہے۔ [متصل اور مرسل کے درمیان اختلاف اسی طرح ہے جس طرح زیادت ثقہ کے مقبول ہونے میں اختلاف ہے/ من نسخہ] ^(۱)

(۱۸) اٹھارویں قسم: معلل (معلول) حدیث

یہ (علم کی ایک قسم) بہت سے علمائے حدیث پر مخفی ہے حتیٰ کہ بعض حفاظ حدیث نے کہا: اس علم کے ساتھ ہماری معرفت، جاہل کے نزدیک کہانت (کاہنوں نجومیوں کا کام) ہے۔ ^(۲) اس فن کی تحقیق کی سعادت ان ماہر نقاد حدیث کو حاصل ہے جو صحیح اور ضعیف، ٹیڑھی اور جلی، مستقیم میں فرق کرتے ہیں جیسے صاحب بصیرت جوہری اپنے علم کے ذریعے اصلی اور جعلی، دیناروں اور ٹیڑی پیسوں میں فرق کرتا ہے، جس طرح اسے اس فیصلے میں شک نہیں ہوتا اسی طرح اسے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے (کہ وہ روایت معلول ہے اور یہ معلول نہیں ہے۔)

(۱) زیادت ثقہ کے مسئلے میں راجح یہی ہے کہ ثقہ کی زیادت (اگر ثقات یا ائق کے سراسر منافی نہ ہو کہ تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو تو) مقبول و معتبر ہے۔

(۲) علل الحدیث لابن ابی حاتم (۹/۱) عن عبد الرحمن بن مہدی بلفظ: ”انکارنا الحدیث عند الجہال کھانہ“ اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ یہ ثابت ہے کہ امام عبد الرحمن بن مہدی نے معرفۃ الحدیث (حدیث کی پہچان) کو الہام قرار دیا ہے۔ (علل الحدیث ۱۰/۱ و سندہ صحیح)

اس الہام اور کہانت سے مراد ماہر محدثین کا وہ پیشہ وارانہ تجربہ ہے جس کی بدولت وہ علتِ قادحہ و علتِ خفیہ کو دریافت کر کے بظاہر صحیح نظر آنے والی حدیث کو ضعیف و معلول قرار دیتے ہیں۔ اس سے صوفیوں اور مبتدعین کا خیالی و باطل الہام مراد نہیں جس کے ذریعے سے یہ لوگ غیب کی خبریں دریافت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور دور کی کوڑیاں لاتے ہیں۔! خلاصہ یہ کہ حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا دار و مدار محدثین کرام اور اصول حدیث پر ہے۔

بعض لوگ گمان کرتے ہیں اور بعض اپنے علوم، مہارت، طریق حدیث پر واقفیت اور رسول ﷺ کے کلام کی مٹھاس کے ذوق پر توقف کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا کلام عام لوگوں کے کلام سے مشابہ نہیں ہے۔

بعض مروی احادیث پر انوارِ نبوت ہوتے ہیں اور بعض میں الفاظ کی تبدیلی، باطل زیادت، اوٹ پٹا نگ بے تکی بات یا اس جیسے دوسرے الفاظ پائے جاتے ہیں جنہیں اس فن کا ماہر پہچان لیتا ہے۔ بعض اوقات سندوں (کے جمع کرنے) سے علت معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کی مثالیں بیان کرنے سے کتاب بہت زیادہ لمبی ہو جائے گی، یہ تو عملی تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔

اس علم میں سب سے جلیل القدر اور عظیم کتاب، امام بخاری کے اور اس فن (علل الحدیث) میں بعد والے تمام محدثین کے استاذ (امام) علی بن المدینی کی کتاب ”العلل“^(۱) ہے۔ اس طرح عبدالرحمن بن ابی حاتم (الرازی) کی کتاب العلل ابواب پر مرتب ہے^(۲) اور اسی طرح خلال کی کتاب العلل ہے۔

مسند حافظ ابی بکر المزہار کی کتاب میں بہت سی علتوں (اور معلول روایتوں) کا ذکر ہے جو دوسری سندوں میں نہیں پائی جاتیں۔^(۳)

ان سب (معلل) روایتوں کو حافظ کبیر ابوالحسن الدارقطنی نے اپنی کتاب (العلل الواردة فی الأحادیث النبویة) میں اکٹھا کر دیا ہے اور یہ کتاب سب سے جلیل القدر بلکہ ہم نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں ان میں اس فن میں سب سے جلیل القدر کتاب ہے۔ ایسی کتاب ان (دارقطنی) سے پہلے کسی نے نہیں لکھی اور بعد میں آنے والے ایسی کتاب لکھنے سے

(۱) امام ابن المدینی کی کتاب العلل کا ایک حصہ مطبوع ہے۔

(۲) علل الحدیث لابن ابی حاتم بھی دو جلدوں میں بغیر تحقیق کے اور تین جلدوں میں مع تحقیق مطبوع ہے۔

(۳) اسے البحر الزخار کہتے ہیں اور یہ کتاب چھپ رہی ہے۔ ہمارے پاس اس کی پندرہ جلدیں موجود ہیں۔

عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ (امام) دارقطنی پر رحم کرے اور انھیں بہترین ٹھکانا (جنت) عطا فرمائے۔

لیکن ایک ضروری چیز کا اس کتاب میں فقدان ہے وہ یہ کہ طالب علموں کی آسانی کے لئے اسے ابواب پر مرتب کرنا چاہئے یا اس کتاب میں مذکور صحابہ کرام کے ناموں کو حروف تہجی پر اکٹھا کر دیا جائے تاکہ اس سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے۔
اس کی روایتیں سخت بکھری ہوئی ہیں اور انسان اپنی مطلوبہ روایت تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتا اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔^(۱)

(۱۹) انیسویں قسم: مضطرب

یہ (مضطرب) اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ایک معین (خاص و متعین) شیخ پر راویوں کا اختلاف ہوتا ہے یا ایک جیسی برابر بہت سی وجوہ (اسانید و متون) کا اختلاف ہوتا ہے جس میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔
بعض اوقات اضطراب سند میں ہوتا ہے اور بعض اوقات متن میں ہوتا ہے۔
اس کی بہت سی مثالیں ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔ واللہ اعلم^(۲)

(۱) امام دارقطنی کی عظیم الشان کتاب العلیل تحقیق اور مفید فہرستوں کے ساتھ سولہ (۱۶) جلدوں میں مکمل چھپ چکی ہے۔ واللہ

(۲) مثلاً ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: ”وہذا إسناد مضطرب“ (سنن الدارقطنی ۴/۲۸۸ ح ۲۷۲۸)
اس مضطرب وضعیف روایت کو ابن الترمذی اپنے مسلک کی خاطر ”فہذا سند جید“ قرار دیتے ہیں۔
(دیکھئے الجوہر النقی ۳۲۸/۹) جس روایت کی سند اور متن میں تطبیق نہ ہو سکے یا محدثین کرام نے اسے مضطرب قرار دیا ہو تو وہ مضطرب ہے۔ اگر محدثین کے درمیان اختلاف ہو تو راجح مرجوح دیکھ کر ترجیح ہوگی۔ یاد رہے کہ بہت سے لوگ اپنے مسالک و مذاہب کی خاطر مخالفین کی بعض روایات کو مضطرب کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً نبوی نے آثار السنن میں صحیحین کی ایک حدیث کو مضطرب (مضطرب) کہہ دیا ہے۔ (ح ۵۵۰) لیکن نبوی کا یہ دعویٰ باطل ہے۔

(۲۰) بیسویں قسم: مدرّج کی پہچان

مدرّج اسے کہتے ہیں کہ متن حدیث میں راوی کے کلام (تفسیر و تشریح وغیرہ) سے کچھ اضافہ ہو جائے اور سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اضافہ مرفوع حدیث میں (درّج) ہے، پھر وہ اسی طرح روایت کرنے لگے۔

اسی طرح کا ادراج بہت سی صحیح، حسن اور مُسنَد وغیرہ روایات میں واقع ہوا ہے۔^(۱) سند میں بھی ادراج ہو جاتا ہے اور اس کی بہت سے مثالیں ہیں۔

حافظ ابو بکر الخطیب (البغدادی) نے اس (مدرّج) کے بارے میں ایک بڑی کتاب ”فصل الوصل لما أدرج فی النقل“ لکھی ہے جو بہت زیادہ مفید ہے۔^(۲)

(۲۱) اکیسویں قسم: موضوع، من گھڑت (اور) جعلی کی پہچان

موضوع روایت کے معلوم ہونے پر بہت سی دلیلیں ہیں:

(۱) جھوٹ بولنے کا قول یا فعل سے یہ اقرار کہ اس نے یہ حدیث گھڑی ہے۔

(۲) رکاکت الفاظ یعنی الفاظ کا لچر پن، پھسپھسا پن اور ناموزونیت

(۳) فاسد مفہوم (۴) فحش بے تکاپن

(۵) قرآن اور سنت صحیحہ (صحیح احادیث) کی (واضح ومن کل الوجوہ) مخالفت

موضوع کی روایت بغیر جرح کے بیان کرنا جائز نہیں ہے تاکہ جاہل لوگ، عوام اور عامی حضرات دھوکے کا شکار نہ ہو جائیں۔

حدیث گھڑنے والوں کی کئی قسمیں ہیں: ① ان میں زنادقہ (بے دین اور ملحد لوگ) ہیں۔

② ان میں ایسے عبادت گزار ہیں جو (اپنی بے وقوفی کی وجہ سے) یہ سمجھتے ہیں کہ وہ

(۱) مثلاً سنن الترمذی کی ایک حدیث (۳۱۲) میں فانتهی الناس عن القراءة مع رسول اللہ ﷺ إلخ

امام زہری کا قول ہے جو کہ حدیث میں مدرّج ہو گیا ہے۔ دیکھئے المدرّج الی المدرّج للسیوطی (ص ۲۱ ح ۶)

(۲) یہ کتاب ”الفصل للوصل المدرّج فی النقل“ کے نام سے دو بڑی جلدوں میں مطبوع ہے۔

(بڑا) کام کر رہے ہیں، یہ لوگ ترغیب اور فضائل اعمال میں حدیثیں گھڑتے ہیں تاکہ ان پر عمل کیا جائے۔

یہ کرامیہ فرقے کا ایک گروہ اور دوسرے لوگ ہیں۔ اس قسم کی حرکتیں کرنے (موضوع احادیث گھڑنے) والوں میں سب سے بُرے یہی لوگ ہیں کیونکہ بہت سے لوگ جو انھیں نیک اور سچا سمجھتے ہیں، دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہر کذاب (جھوٹے) سے زیادہ بُرے اور نقصان دہ ہیں۔

ائمہ حدیث نے ان کی ہر حرکت پر تنقید کی ہے اور اپنی کتابوں میں انھیں (جھوٹا) لکھ رکھا ہے۔ حدیثیں گھڑنے والوں کے لئے یہ بات دنیا میں عار (رسوائی) اور آخرت میں ذلت اور جہنم کا عذاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔^(۱) یہ حدیث متواتر ہے۔^(۲)

بعض جاہل کہتے ہیں: ہم نے آپ (ﷺ) پر جھوٹ نہیں بولا بلکہ آپ کے لئے بولا ہے۔^(۳) یہ ان لوگوں کی مکمل جہالت، کم عقلی، بڑی بدکاری اور افتراء ہے کیونکہ نبی ﷺ اپنی شریعت کے کمال اور فضائل میں دوسروں کے محتاج نہیں ہیں۔

شیخ ابو الفرج (ابن الجوزی) نے موضوع روایتوں کے بارے میں ایک بڑی کتاب لکھی ہے۔ الا یہ کہ انھوں نے اس کتاب میں ایسی روایتوں کو درج کر دیا ہے جو موضوع

(۱) صحیح بخاری: ۱۱۰، صحیح مسلم: ۳، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۲) قطیف الازہار امتناثرة فی الاخبار المتواترة للسيوطی: ۱، لفظ الکلابی المتناثرة فی الاحادیث المتواترة: ۶۱، نظم المتناثر من الحديث المتواتر: ۲۔

(۳) اس پر تعاقب کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن الصلاح (۸۵۴/۲) میں کہا: یہ ان لوگوں کی عربی زبان کے ساتھ جہالت ہے کیونکہ انھوں نے احکام (وغیرہ) گھڑنے میں آپ (ﷺ) پر جھوٹ بولا ہے۔

نہیں ہیں اور ایسی موضوع روایات کو درج نہیں کیا جنہیں ذکر کرنا ضروری تھا^(۱) لہذا (عام لوگوں کی نظر میں) یہ کتاب (اعتماد کے درجے سے) گر گئی ہے اور اس سے راہنمائی حاصل نہ ہو سکی۔^(۲)

بعض اہل کلام سے مروی ہے کہ موضوع روایات کلیتاً موجود نہیں (معدوم) ہیں! یا تو اس قائل کا اپنا ہی کوئی وجود سرے سے نہیں ہے یا پھر یہ شخص شرعی علوم سے بہت دور (اور زاجاہل محض) ہے۔

بعض لوگوں نے اس حدیث کے ساتھ اس شخص پر رد کرنے کی کوشش کی ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھ پر جھوٹ بولا جائے گا“^(۳) اگر یہ خبر صحیح ہو تو ضرور آپ پر جھوٹ بولا جائے گا اور اگر یہ روایت جھوٹی ہے تو مقصود حاصل ہو گیا (کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے)۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے ابھی تک (جھوٹ کا) واقع ہونا لازم نہیں آتا بلکہ

(۱) یہ کتاب تین جلدوں میں بغیر تحقیق سے اور چار جلدوں میں تحقیق و فہرست کے ساتھ مطبوع ہے۔
(۲) انبیاء و رسل کے علاوہ کوئی انسان بھی خطا اور اوہام سے معصوم نہیں ہے۔ حافظ ابن الجوزی کے اوہام و اخطاء کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنی کتابوں کی مراجعت کا موقع نہ ملتا تاہم یاد رہے کہ کتاب الموضوعات میں ان کی ذکر کردہ غالب روایات موضوع ہی ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ابو الفرج (ابن الجوزی) کی اصطلاح میں موضوع وہ روایت ہوتی ہے جس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہو، اگرچہ اسے بیان کرنے والے نے جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولا ہو بلکہ اسے اس میں غلطی لگی ہو، اس لئے انہوں نے اپنی کتاب الموضوعات میں اس قسم کی بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے ان بہت سی روایتوں میں ان سے اختلاف کیا اور کہا یہ اس میں سے نہیں جس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے بلکہ بعض روایات کا انہوں نے ثبوت واضح کیا ہے لیکن موضوعات کی غالب روایات علماء کے اتفاق سے باطل ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۴۸)

سیوطی نے الموضوعات پر بہت سے تعقیبات لکھے ہیں مگر ان میں سے بہت سے تعقیبات پر بذات خود نظر ہے۔

(۳) یہ روایت ”مجھ پر جھوٹ بولا جائے گا“ بالکل بے سند، بے اصل اور من گھڑت ہے۔

قیامت تک بہت سے زمانے باقی ہیں جن میں اس کا وقوع ممکن ہے۔

یہ قول، اس پر استدلال اور اس کا جواب ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث کے نزدیک سب سے زیادہ کمزور چیزوں میں سے ہے۔ یہ ائمہ حدیث اور حفاظ صحیح اور ان سے کئی گنا زیادہ موضوع روایات یاد رکھتے تھے تاکہ یہ موضوع روایات ان پر یا عام لوگوں پر مخفی نہ رہ جائیں (اور وہ انھیں صحیح نہ سمجھ لیں) اللہ ان محدثین پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔

(۲۲) بانیسویں قسم: مقلوب

روایت کبھی ساری سند میں مقلوب (بدلی ہوئی، اُلٹی) ہوتی ہے اور کبھی بعض میں ہوتی ہے۔ پہلی کی مثال وہ واقعہ ہے کہ جب (امام) بخاری بغداد تشریف لائے تو وہاں کے ماہر محدثین نے ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے متن پر، اور ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کی سند پر لگا دیا۔ انھوں نے روایتوں کو مقلوب کر دیا مثلاً سالم کی حدیث کو نافع سے اور نافع کی حدیث کو سالم سے ملا دیا اور یہ دوسری قسم سے ہے۔

انھوں نے تقریباً ایک سو (۱۰۰) یا زیادہ حدیثوں میں ایسا کیا پھر جب انھوں نے یہ حدیثیں (امام) بخاری کو سنائیں تو آپ نے ہر حدیث کو اس کی (اصل) سند اور ہر سند کو اس کے (اصل) متن سے لگا کر بتا دیا۔ محدثین بغداد کی ان مقلوب و مرتب روایتوں میں سے ایک روایت بھی (امام) بخاری پر (مخفی رہ کر) رائج نہ ہو سکی۔ محدثین بغداد (اور عام لوگوں) نے اسے بہت عظیم جانا اور اس فن (حدیث) میں ان (امام بخاری) کے (بلند) مقام کے قائل ہو گئے۔ اللہ آپ پر رحمت کرے اور جنت میں داخل کرے۔ (آمین) ^(۱)

شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے یہاں یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی معین سند کے ضعیف ہونے

(۱) تاریخ بغداد ۲۰/۲، مشائخ البخاری لابن عدی ۲/۲ بحوالہ حاشیہ المقتنع فی علوم الحدیث ۲۲۲/۱، امام بخاری اور محدثین بغداد کی طرف منسوب یہ سارا قصہ سند صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ اس قصے کی سند میں حافظ ابوالاحمد بن عدی کے استاذ نامعلوم و مجہول ہیں۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۵، ۱۳، ۱۲، مشہور واقعات کی حقیقت ص ۵۷، ۵۸

سے اس روایت کا حقیقت میں (بھی) ضعیف ہونا لازم نہیں ہوتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی دوسری (صحیح یا حسن) سند ہو الا یہ کہ کوئی امام یہ صراحت کر دے کہ یہ حدیث صرف اسی سند سے ہی مروی ہے۔^(۱) میں (ابن کثیر) نے کہا: مناظرے میں یہ کافی ہے کہ (مخالف) مناظر نے جو سند پیش کی ہے اُس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا جائے، وہ (لاجواب ہو کر) چُپ ہو جائے گا کیونکہ اصل یہی ہے کہ دوسری کوئی روایت (اس مناظر کی مؤید) نہیں ہے الا یہ کہ دوسری کوئی ثابت (صحیح و حسن) سند پیش کر دی جائے۔ واللہ اعلم^(۲)

(ابن الصلاح نے) کہا: ترغیب و ترہیب، قصص و مواعظ اور ان جیسے دوسرے ابواب (مثلاً مناقب و فضائل) میں موضوع کے علاوہ دوسری روایتیں (سند سے) بیان کر دینا جائز ہے لیکن ایسا کرنا صفاتِ باری تعالیٰ اور حلال و حرام میں جائز نہیں ہے۔

انھوں نے کہا کہ عبدالرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے (سند کے ساتھ) ضعیف روایت بیان کرنے کی اجازت دے دی ہے۔^(۳)

انھوں نے کہا: جب آپ بغیر سند کے، نبی ﷺ سے کوئی روایت منسوب کریں تو یہ نہ کہیں کہ ”نبی ﷺ نے ایسا فرمایا ہے“ اور اس طرح کے جو الفاظ ہیں جن سے جزم (ویقین) مراد ہوتا ہے، استعمال نہ کریں بلکہ صیغہ تمریض سے بیان کریں اور اسی طرح جس روایت کے صحیح ہونے میں شک ہو اُسے بھی صیغہ تمریض سے ہی بیان کرنا چاہئے۔

(۱) یہ بات تو صحیح ہے لیکن یاد رہے کہ جب تک دوسری صحیح یا حسن لذاتہ روایت نہ ملے تو معین ضعیف سند مردود و ناقابلِ حجت ہی رہتی ہے۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر ۲

(۲) یہ بہت ہی اہم فائدہ ہے جو حافظ ابن کثیر نے بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگ اپنی مرضی کی بعض روایات کو ضعیف + ضعیف کہہ کر حسن لغیرہ بنا دیتے ہیں (مثلاً دیکھئے احمد رضا خان بریلوی کی کتاب فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۲۹ تا ۲۸۲) حالانکہ قول راجح میں حسن لغیرہ روایت حجت ہی نہیں ہے بلکہ ضعیف و مردود کی ایک قسم ہے۔ یہ لوگ اپنی مرضی کے خلاف بہت سی ایسی روایات جو ان کے اصول پر ”حسن لغیرہ“ بنتی ہیں، رد کر دیتے ہیں!

(۳) تحقیق راجح میں ضعیف روایات کا بطورِ حجت بیان کرنا فضائل میں بھی جائز نہیں۔ تفصیلی دلائل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحديث: ۳۳-۱۸ ص ۳۳

حافظ زبیر علی زئی

سچے قصے

① زکریا بن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب (عبداللہ) ابن المبارک (رحمہ اللہ) کوفہ تشریف لائے تو آپ بیمار تھے۔ پھر (امام) وکیع، ہمارے ساتھی اور کوفہ والے آپ کے پاس آئے تو مذاکرہ (بحث و مباحثہ) شروع کیا حتیٰ کہ انھوں نے شراب (نبیذ) کا ذکر کیا تو ابن المبارک (رحمہ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی احادیث، نبی ﷺ کے صحابہ اور اہل مدینہ کے مہاجرین و انصار کی روایات پیش کرنے لگے۔ انھوں (کوفیوں) نے کہا: نہیں، آپ ہمیں ہماری حدیثیں سنائیں۔ ابن المبارک نے فرمایا: ہمیں الحسن بن عمرو الفقیہی نے روایت بیان کی، انھوں نے فضیل بن عمرو سے، انھوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انھوں نے کہا: لوگ کہتے تھے کہ اگر شراب (نبیذ) سے نشہ ہو جائے تو اسے دوبارہ پینا کبھی حلال نہیں ہے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اپنے سر جھکائے (یعنی چُپ ہو گئے) پھر ابن المبارک (رحمہ اللہ) نے اپنے قریب والے آدمی سے کہا: کیا ان لوگوں سے زیادہ عجیب تم نے کوئی دیکھا ہے؟ میں انھیں رسول اللہ ﷺ، آپ کے صحابہ اور تابعین کی حدیثیں بیان کرتا ہوں وہ اس کی کوئی پروا نہیں کرتے اور ابراہیم (نخعی) سے بیان کرتا ہوں تو سر جھکا لیتے ہیں۔؟! (اسنن الکبریٰ للبیہقی ۲۹۸/۸، ۲۹۹ و سندہ حسن، الحسن بن علی بن زیاد السری صحیح لہ الذہبی والحاکم ۳/۳۴۲، ۳۴۳ ج ۳ ص ۸۰۵ فہو صدوق) نیز دیکھئے احناف کی چند کتب پر ایک نظر از مولانا عبدالرؤف بن عبد المنان بن حکیم محمد اشرف سندھو حفظہ اللہ (ص ۱۷۶)

بعینہ یہی حالت اُن غالی مقلدین کی ہے جنھیں قرآن یا حدیث سنائی جائے تو کان اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اگر ان کے اکابر کی بات سنائی جائے تو خوش ہو جاتے ہیں۔

﴿إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [الزمر: ۴۵] !!

② امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے (امام)

احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی، آپ نے چار تکبیریں کہیں اور سورہ فاتحہ پڑھی اور (صرف) ایک طرف سلام پھیرا پھر جب آپ قبرستان کے پاس پہنچے تو جوتے اتار کر ننگے پاؤں چلنے لگے۔ (الطیوریات ۲/۲۶۴، ۲۵۶، ۱۸۸، وسندہ حسن)

سبحان اللہ! امام اہل سنت اتباع سنت میں کتنے اعلیٰ مقام پر تھے۔

جنازے میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۳۳۵)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح امام عالی مقام نے تکبیریں اور سلام جہراً پڑھا، اسی طرح سورہ فاتحہ بھی جہراً پڑھی۔

قبرستان میں اگر کانٹے اور پاؤں کو تکلیف دینے والی اشیاء نہ ہوتو ننگے پاؤں چلنا بہتر ہے جیسا کہ سیدنا بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داؤد: ۳۲۳۰ وسندہ صحیح وصحہ ابن حبان [الموارد: ۷۹۰] والحاکم ۳/۳۱۱ والذہبی)

اور جوتوں کے ساتھ بھی چلنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری (۱۳۳۸) کی حدیث سے ثابت ہے۔

⑤ مشہور ثقہ تابعی امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ”ان ابن عمر کان إذا فاتتہ صلوٰۃ العشاء فی جماعۃ أحی بقیۃ لیلئہ“ بے شک جب (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نماز عشاء باجماعت فوت ہو جاتی تو آپ باقی ساری رات بیدار (عبادت کرتے) رہتے تھے اور نہیں سوتے تھے۔ (المجم لابی یعلیٰ الموصلی تحقیق الشیخ ارشاد الحق الاثری: ۱۸، وسندہ حسن)

نماز باجماعت سے محبت کا یہ کتنا عظیم الشان واقعہ ہے جبکہ کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت نماز باجماعت کا اہتمام کرنے کے بجائے فرض نمازوں سے ہی غافل ہے۔ !!

اعلان: ماہنامہ الحديث: ۵۲ ص ۴۸ پر بحوالہ الطیوریات لوہے کی میخوں والا جو قصہ چھپ گیا ہے اُس کی سند عبید اللہ بن محمد بن محمد العکبری (یعنی ابن بطلہ) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اس کی طرف ہمارے شاگرد تنویر شاہ صاحب حفظہ اللہ نے توجہ دلائی ہے۔

قارئین کرام اپنے رسالوں کی اصلاح کر لیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری غلطی اور کوتاہی معاف فرمائے۔ آمین

کلمۃ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

حق کی طرف رجوع

تابعی امام سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رحمہ اللہ نے اپنے دادا سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے نام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط نکالا، جس میں لکھا ہوا تھا:

”لا یمنعك قضاء قضیتہ بالأمس راجعت فیہ نفسک وهدیت فیہ لرشدک أن تراجع الحق فإن الحق قديم وإن الحق لا یبطله شیء و مراجعة الحق خیر من التماذي فی الباطل“ تم نے کل جو فیصلہ کیا تھا اگر (آج) اس میں نظر ثانی کر لی اور صحیح کی طرف تمھاری راہنمائی ہوگئی تو حق کی طرف رجوع کرنے سے کبھی نہ رُکنا کیونکہ حق قدیم ہے، اسے کوئی چیز باطل نہیں کرتی اور باطل میں ضد جھگڑے سے حق کی طرف رجوع کرنے میں خیر ہے۔ (سنن الدارقطنی ۴/۲۰۷ ج ۴، ۴۴۲۶، اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف بن حیان ۱/۱۷۱ ج ۱)

اس سچے موتی اور فاروقی کلام کی سند سعید بن ابی بردہ تک صحیح ہے، ان کے شاگرد اور یس بن یزید بن عبد الرحمن الاودی ثقہ تھے۔ دیکھئے التقریب (۲۹۶)

سعید کے پاس وہ کتاب یعنی خط تھا جسے سیدنا عمر نے سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا تھا، جسے سعید نے (اپنے والد ابو بردہ رحمہ اللہ سے) حاصل کیا تھا اور کتاب سے روایت وجادہ ہونے کی وجہ سے صحیح و حجت ہے۔ دیکھئے مسند الفاروق لابن کثیر (۵۴۶، ۵۴۷) حافظ ابن القیم فرماتے ہیں: یہ کتاب جلیل الشان ہے، اسے علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ (اعلام الموقعین ص ۷۷، فصل: النوع الرابع من أنواع الرأى المحمود)

یہی وہ بنیادی منہج ہے جس پر ہم ہر وقت رواں دواں ہیں اور ماہنامہ الحدیث حضرو کے صفحات اس پر گواہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے بارے میں ملا مرغینانی نے بار بار لکھا ہے کہ فلاں مسئلے سے امام صاحب نے رجوع کر لیا تھا۔ مثلاً دیکھئے الہدایہ (ج ۱ ص ۶۱) شیخ البانی رحمہ اللہ کے رجوع اور ترجعات والی کتاب ایک یا دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جو اپنی غلطی معلوم ہو جانے کے بعد حق کی طرف لوٹ آئے۔

ابومعاذ

آئینہ انتخاب

غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں:

”یادرکھئے جب کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت ہوا اور اس کے معارض اور مخالف، کتاب وسنت میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح دین ہے اور کوئی شخص اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالم دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ حدیث صریح کے خلاف کوئی بات محض اپنی رائے سے بلا دلیل کہتا ہو تو صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا ہی ہدایت اور راہ استقامت ہے، بعد کا کوئی شخص علم و فضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو، صحابہ سے نہیں بڑھ سکتا اور جب اصول یہ ہے کہ قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو سوچئے جن کی حدیث کے خلاف صحابہ کی بات بھی نہ سنی جاتی ہو تو ان کے خلاف بعد کے کسی بزرگ یا ماوشما کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔“ (ذکر الجہر ص ۱۰۵، مطبوعہ فرید بک سٹال ۴۰/۱ اردو بازار لاہور)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

”اسی طرح ان کا بار بار علماء کی عبارات نقل کرنا کہ فلاں فرماتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا اور فلاں فرماتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا تو یہ بالکل بے سود ہے کیونکہ مثلاً انہوں نے اگر دس بزرگوں نے نام لے کر ان کی عبارات اس مضمون پر نقل کی ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ بجائے دس کے دس ہزار بزرگوں کی عبارات بھی پیش کر دیں تو اس سے کچھ نہیں بنتا کیونکہ مسند مرفوع اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں دس ہزار تو کیا دس لاکھ بلکہ دس ارب و کھرب حضرات کی بات بھی کوئی وقعت نہیں رکھتی کیونکہ علمی قاعدہ تو یہ ہے کل احد یؤخذ عنہ و یترک الا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔“

(اتمام البرہان فی رد توضیح البیان طبع سوم ص ۳۸۹ حصہ سوم ص ۵۷)